www.aaiil.org

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا
اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو
(آل عمران (۱۰۳))

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احد ہما
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے وہ کفر ان دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے
(حدیث متفق علیہ)

تحفظ ختم نبوّت کا حقیقی داعی واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

چودھویں صدی

دہلی

مدیر ممتاز عالم

مدیر اعزازی عبدالغفار

میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (فرمان مجدد صد چہار دہم)

فی شمارہ ۱۰ روپے

سلانہ چندہ۔ ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۱۰ پونڈ۔ ڈالر امریکن ۱۲ ڈالر

جلد نمبر ۱	اکتوبر ۲۰۰۰ء مطابق رجب ۱۴۲۱ھ	شمارہ نمبر ۸

اس شمارے میں

۱۔ اداریہ
۲۔ ماہ رجب زکوٰۃ کا مہینہ
۳۔ معراج النبیؐ
۴۔ صحابہؓ کرام کا شوق عبادت
۵۔ احکام اسلام میں نماز کی اہمیت
۶۔ تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم
۷۔ آخری زمانہ میں دجال صفت قوموں کا خروج
۸۔ انجمن کے ممبران بورڈ کی میٹنگ
۹۔ حضرت مرزا صاحب علماء اور دانشوروں کی نظر میں

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

دُنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے...... سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو۔ تا وہ یہ بلائیں تم سے دُور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخری وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دینگے وہ آسمان پر عزّت پائینگے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچّی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ (کشتی نوح)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

آج کے دور میں دنیا میں جہاں ایک طرف دہشت گردی اور بدامنی، لوٹ کھسوٹ، مسلکی، نسلی، انسانی جھگڑے اور فسادات کا بازار گرم ہے وہاں عالم انسانیت کا درد رکھنے والی ہستیاں کانفرنسوں اور دوروں کے ذریعہ امن و سلامتی اور انسانی بھائی چارگی کا پیغام پہنچانے میں کوشاں ہیں لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی برسوں سے یہ ہے کہ نبی رحمت اور دین رحمت کے اصولوں سے فیض حاصل نہ کر کے اور اپنی اجتماعی زندگی میں وحدت امت واخوت ملت کے علاوہ انسانی برادری کی فلاح وبہبودی کی اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کر کے ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور تکفیر بازی کو ثواب دارین حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کیا قوموں کے پنپنے اور ترقی کا یہی اصول ہے کہ نام نہاد اور تنگ نظر علماء بات بات پر فتوے بازی اور کافر گری کرتے رہیں مسلم معاشرہ میں اگر کوئی شیعہ ہے تو سنّیوں کے نزدیک مسلمان نہیں اگر کوئی سنی ہے تو شیعہ حضرات کے نزدیک مسلماں نہیں اگر کوئی کسی کے امام کا مقلد ہے تو غیر مقلد اسے مسلمان تصور نہیں کرتے اگر کوئی غیر مقلد ہے تو مقلد کے نزدیک وہ مسلمان نہیں اگر اہل حدیث ہے تو اہل سنت کے نزدیک کافر ہے اگر اہل سُنّت ہے تو اہل حدیث کے نزدیک وہ مسلمان نہیں ہے اگر دیوبندی ہے تو بریلویوں کے نزدیک وہ کافر ہے اور اگر وہ بریلوی ہے تو وہ دیوبندی کے نزدیک مسلمان نہیں۔

حالانکہ کسی فرقے کے پاس نصوص شرعیہ ودلائل قویّہ کی موجود ہوتے ہوئے کافر قرار دینا اُمت محمدیہ کے مفاد کے قطعی منافی ہے کسی کو کافر کہنا کسی مسئلہ کا مفید حل بھی نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کسی فرقہ کے بارے میں فتویٰ صادر کرنے کے لئے عوام کے جذبات کو مشتعل کر دیا جاتا ہے اس سے دنگے فساد برپا ہوتے ہیں ملت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہو جاتے ہیں کیوں کہ بھولے بھالے عوام غیر شعوری اور بلاتحقیق یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس فرقے کے لوگ کافر اور مرتد ہو چکے ہیں جس پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اس قسم کے فتووں میں عموماً تحریر ہوتا ہے۔

(۱) ان کی بیویاں ان پر حرام ہو چکی ہیں۔
(۲) ان کے ساتھ بیاہ شادی حرام ہے۔
(۳) ان کے ساتھ ملنا، جلنا، کھانا، پینا اور لین دین حرام ہے۔
(۴) ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی۔
(۵) انہیں مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہیں کیا جا سکتا۔
(۶) یہ واجب القتل ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

آج کے دور میں دیگر معاملات کی طرح ترقی اسلام اور تبلیغ اسلام کے راستہ میں کافرگری کے فتویٰ بہت بڑی رکاوٹ بن گئے ہیں ایک نو مسلم یا دور حاضر کا تعلیم یافتہ شعور مند مسلمان خود کو کس فرقے میں شمار کرے کیوں کہ تکفیر سے کوئی فرقہ محفوظ نہیں ہے۔

ہمیں ابھی پچھلے دنوں راشٹریہ سہارا مورخہ ۷ ار ستمبر ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں قاضی شہر آگرہ سید محمد صابر مجددی کی مسلکی اختلافات کو نظر انداز کرنے کی اپیل پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی انہوں نے کہا ہے کہ شریعت میں اختلاف کی ہر حال میں گنجائش ہے لیکن مخالفت کی قطعی گنجائش نہیں حنفی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث سب کے سب دراصل اہل سنّت والجماعت ہی کے طبقے ہیں جبکہ تدوین فروعات میں معمولی اختلافات ہیں۔ قاضی صاحب نے ان افراد کی سخت مذمت کی ہے جو اسلام کے نام پر شر پھیلا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا بعض علم سے نابلد لوگ عوام کو دینی فہم نہ ہونے کی وجہ سے اکثر خواہ مخواہ ٹکراتے رہتے ہیں قاضی موصوف نے کہا مسجد دارالامان ہے یہاں تک کہ اگر کوئی کافر بھی مسجد میں آجائے تو اسے امان دی جاتی ہے اور حالت جنگ میں اسے قتل نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے مسلمان تو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں علمی و فکری اعتبار سے کوئی بھی مسلمان کسی بھی مکتبہ فکر سے متعلق ہو سکتا ہے۔ قاضی صاحب کے مذکورہ بالا منصفانہ اور مصالحانہ بیان کو پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی جزاک اللہ کیوں کہ ان کا مذکورہ بالا بیان خالص قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے ولا تقو لو المن القیٰ الیکم السّلام لست مومنا یعنی جو شخص تمہیں سلام کہے اسے مت کہو تو مومن نہیں۔ ومن قتل مومناً متعمداً فجزاءہٗ جھنم یعنی جو مومن کو عمداً قتل کرے۔ پس یہی شخص جہنمی ہے۔ حدیث رسولؐ ہے جو شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ اس کے قاتل کی طرح ہے (ترمذی کتاب الایمان) آپ صلعم فرماتے ہیں جو شخص کلمہ طیبہ کا قائل ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں جو شخص ہمارے جیسی نماز پڑھتا ہے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اس کے لئے اللہ اور رسول کی حفاظت ہے فقہ حنفیہ کی کتاب شرح عقائد میں ہے۔

"اہل سُنّت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کی تکفیر نہ کی جائے امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے کہ جس شخص میں

ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو اسے کافر نہیں کہنا چاہئے۔

تو پھر بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اور جماعت احمدیہ لاہور کی تکفیر کیوں ؟ جبکہ حضرت مرزا صاحبؑ بانی سلسلہ فرماتے ہیں۔

"خدا جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنّت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدّعی نہیں بلکہ ایسے مدّعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (کتاب آسمانی فیصلہ صفحہ ۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

"اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں اور وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب اولیاء کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجدّدیت کا دعویٰ ہے۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ دوم ص ۱۰۴)

"تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنّت وجماعت کا مذہب ہے مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوّت کا منکر ہو اسکو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۵۵)

"ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔" (حاشیہ انجام آتھم ص ۲۷) ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳) قرآن وحدیث اور بانی سلسلہ کی تحریروں کی روشنی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا عقیدہ ہے کہ اس اُمت میں حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

اس اُمت کے مجدّدین میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ چودھویں صدی کے مجدّد ہیں اور آئندہ بھی حدیث کی پیش گوئی کے مطابق مجدّد پیدا ہوتے رہیں گے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں صرف مجدّدیت کے منصب پر فائز ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو ماننا بنیاد دین میں سے نہیں نہ جزو ایمانیات ہے اسلئے ان کو نہ ماننے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

ایک مسلمان جب تک کلمہ طیبہ کا قائل ہے اور توحید رسالت آخرت پر ایمان ہے اس کو کسی صورت میں کافر قرار نہیں دیا جاسکتا وہ مجرم ہو سکتا ہے لیکن کسی جرم معصیت کی بنا پر اسکو کافر کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جاسکتا کیا بانی جماعت احمدیہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے مذکورہ بالا عقائد حصہ کے پیش نظر مفتیان دین وعلمائے شرع متین ایمانداری سے وحدت اُمت محمدیہ کی بقا و سلامتی ودائرہ اسلام کو وسیع کرنے نیز ترقی اسلام کی خاطر موجودہ موقف میں تبدیلی لانے کی جرأت کریں گے تاکہ مسلمان متحد ہو کر عالم انسانیت کے لئے مؤثر رول ادا کرسکیں۔

☆☆☆

﴿بقیہ صفحہ ۱۸ کالم ۲﴾

حاضرین کو حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام سلام پیش کیا اور برابر صدر دفتر لاہور کے نصب العین سے حاضرین کو باخبر کرتے رہے اور بڑے دلچسپ انداز میں احمدی بزرگوں کی روحانی زندگی کی جھلکیاں پیش کیں۔

آزادی برصغیر پاک ہند سے قبل جماعت احمدیہ لاہور کی سرگرمیوں اور اسکے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ اس میں موصوف کچھ دیر کے لئے بورڈ میٹنگ کے کمرہ میں داخل ہوئے اور ممبران بورڈ کو کتابوں کی ایک فہرست پیش کی جو ممبئی سے تیار کر کے لائے تھے ...... کئی نئے احمدی صاحبان نے بھی اس تقریری پروگرام میں حصہ لیا۔

الغرض مجموعی طور پر یہ جلسہ بہت کامیاب رہا علاوہ ازیں بورڈ ممبران کی میٹنگ سے قبل وبعد ڈائریکٹر جناب شوکت اے علی صاحب نے تمام احباب جماعت سے بڑی گرم جوشی اور محبت سے مصافحے اور ملاقاتیں کیں اور مختصراً وعظ ونصیحتیں بھی فرمائیں۔ آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ محترمہ زہرا بیگم صاحبہ بھی آئی ہوئی تھیں محترمہ برابر اجتماعات میں حصہ لیتی رہیں اور خواتین سے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقاتیں کیں اور اور ایمان ویقین کے بارے میں مستورات کو سمجھاتی رہیں اور موجودہ خواتین کی ضیافت میں بھی حصہ لیتی رہیں۔

بالآخر ۱۰ ستمبر بروز اتوار شام کو یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا اور آئے ہوئے لوگ اشاعت اسلام کا ایک نیا جذبہ لے کر اپنے اپنے مسکن کی طرف واپس ہوئے جو مہمان دور دراز سے آئے ہوئے تھے وہ دو تین روز تک روانہ ہوتے رہے حاضرین کے لئے طعام و قیام کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔

☆☆☆

ماہ رجب زکوٰۃ کا مہینہ

احباب جماعت توجہ فرمائیں

ماہِ رجب کو عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اہل ثروت اصحاب اس مہینے میں اپنے جمع شدہ مال میں سے ہر سال مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ نکالتے ہیں۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی بڑھنے اور پاک صاف ہونے کے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ پاک صاف ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

قدا فلح من تزکّٰی (سورۃ اعلیٰ) یعنی کامیابی سے ہم کنار ہوا وہ شخص جو پاک صاف ہوا۔ اس کا مقصد اس کے نام ہی سے ظاہر ہے دوسری عبادات کی طرح اس سے بھی مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اپنے نفس کی تطہیر اور تزکیہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اکثر برائیوں کی جڑ مال اور مرتبے کی محبت ہے بلکہ مال کی محبت مرتبے کہ محبت سے بھی زیادہ عام ہے۔ اور فتنہ وفساد کا ذریعہ بنتی ہے۔ زکوٰۃ انسانوں کے دِل سے مال کی محبت ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ارکان دین میں زکوٰۃ کی اہمیت نماز کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ قرآن کریم میں جہاں نماز کی فضیلت کا حکم ہے اور فضیلت بیان کی گئی ہے اکثر مقامات پر زکوٰۃ کو بھی اس کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔

نماز کی طرح زکوٰۃ بھی پچھلے انبیاءؑ کی شریعت کا حصہ رہی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پابند زکوٰۃ ہونے کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ پچھلی اُمتوں کے نیک لوگوں اور ان کے اللہ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ لوگوں کی ایک خاص صفت زکوٰۃ تھی۔ یعنی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کے بار بار ذکر سے (قرآن مجید میں) یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کی اہمیت نماز کے قریب قریب ہے دین حقہ میں زکوٰۃ کا جو مقام ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب عرب کے بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، تو خلیفۂ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے خلاف جہاد کیا تھا۔ اور تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے اس اقدام کی توثیق کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کی طرح زکوٰۃ کا بھی ایک مربوط اور باضابطہ نظام مقرر فرمایا۔ اور اس کے تفصیلی احکام بتائے۔

انسان جو بھی دولت کماتا ہے وہ اللہ کی مرضی اور اس کے فضل و کرم سے کماتا ہے اور اس دولت میں سے اللہ کے ایک حکم سے یہ تھوڑا سا بھی خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وشفقت سے اس کے ایثار کی اتنی قدر کرتے ہیں کہ اس کے خرچ کئے ہوئے مال کو اپنے ذمہ قرض قرار دیتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں کہ بندہ کا یہ قرض کئی گنا بڑھا کر واپس کریں گے اور جو لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے گریز کریں گے ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر ہے۔

احادیث مبارکہ سے زکوٰۃ کے بارے میں بہت تفصیلی احکام ثابت ہیں۔ جن اموال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔ (۱) نقد روپیہ (۲) سونا چاندی (۳) زرعی پیداوار (۴) مویشی (بھیڑ بکری، گائے، بیل، اونٹ) (۵) معدنیات (۶) دفینہ۔

دفینہ اور معدنیات کے علاوہ تمام اقسام کی کم از کم مقدار مقرر فرمائی جس پر زکوٰۃ لی جائے گی اِس مقدار کو "نصاب" کہا جاتا ہے شرح زکوٰۃ بھی مقرر فرمادی جس کی چار قسمیں ہیں۔ بیس فیصد، دس فیصد، پانچ فیصد، ڈھائی فیصد۔ زکوٰۃ انسانوں کے درمیان ہمدردی اور ایک دوسرے کی مالی امداد واعانت کا نام ہے جس طرح دین کا روحانی نظام ایسی نماز باجماعت سے قائم ہے جو جامع میں ادا کی جائے۔ اسی طرح مادّی نظام زکوٰۃ سے قائم ہے جو بیت المال میں جمع ہو کر غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم ہو۔ اس موقع پر یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس

بات کا مجاز نہیں کہ خود بخود جہاں چاہے زکوٰۃ دیدے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو۔ اور بیت المال کے ذریعے مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریقہ صحیح نہیں۔ اس سے گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے زکوٰۃ اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے یہی سنّت نبوی ﷺ ہے۔ یہی خلفائے راشدینؓ کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے قومی و ملّی اور جماعتی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے جماعتی ادارے یا بیت المال میں جو ہماری انجمن نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن ان مصارف اور مدّات پر اس روپیہ کو صرف کرتی ہے جو قرآن حکیم نے مقرر کئے ہیں۔

اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کی جائے آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکانِ دین میں سے ہے جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعے جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ چندہ ماہوار، زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہے اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ ماہوار یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس امید ہے کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو، حساب کر کے جو کچھ واجب ہو اسے اپنے بیت المال میں جمع کروائیں گے کہ اس میں آپ کی اور آپ کی جماعت کی بہبود اور سرخروئی ہے۔

☆☆☆

ارشادات حضرت مجدّد صد چہاردھم

حقیقی احمدی بنو

اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حسن اور جمال دکھاؤ۔ چاہئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھوکہ آپ کی طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسم احمد کے مظہر ہو سو چاہئے کہ دن رات خدا کی حمد و ثنا تمہارا کام ہو۔ اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور تم کامل طور پر خدا کی کیوں کر حمد کر سکتے ہو جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کو پالنے والا نہ سمجھو۔ اور تم کیوں کر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو جب تک اپنے تئیں ایسا نہ بناؤ۔ کیوں کہ اگر تو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خلق رکھتا ہے تو گویا اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے اور جب کہ تمہارا رب جس نے اپنے کلام کو رب العالمین سے شروع کیا ہے۔ زمین کی تمام خوردنی اور آشامیدنی اشیاء اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سورج اور چاند سے تمام نیک و بد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض ہونا چاہئے کہ یہی خلق تم میں بھی ہو۔ ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو اور جو شخص کسی کی تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ خلق اس میں ہوں پس تم کیوں سچے حامد ٹھہر سکتے ہو جبکہ اس خلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔"

رحم کے لائق ہو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر ان کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔۔۔۔ پس وہ جو خدا کے لئے آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفسِ امارہ کے لئے آگ میں پڑتا ہے وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ (کشتی نوح ۳۴)

☆☆☆

معراج النبیؐ

معراج النبیؐ کے موضوع پر مفسّر قرآن حضرت مولانا محمد علیؒ نے اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں مختلف مقامات پر جو کچھ فرمایا ہے اس کے اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں۔۔۔۔(ادارہ)

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانے کا ذکر ہے۔ اور مفسرین نے اس سے مراد معراج لیا ہے۔ کیونکہ حدیث معراج میں نبی کریم ﷺ کو پہلے بیت المقدس میں لے جانے کا ذکر ہے۔ احادیث اس بارے میں بہت ہیں اور ان میں سے صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں۔ یہاں تک کہ انہی اختلافات کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ معراج کئی بار ہوا ہے۔ ایک بار نہیں۔ مگر کثیر صحابہؓ سے اس روایت کا پایا جانا اور سب میں ایک ہی معراج کا ذکر پایا جانا صاف بتاتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہے اور ہے بھی، ایک، لیکن بوجہ نوعیّت قصہّ کے اس میں راویوں سے بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ خلاصہ احادیث معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور پھر سب آسمانوں کی سیر آپ ﷺ کو کرائی گئی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ان تمام مقامات سے اوپر نکل گئے جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام پہنچے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا بھی واقعہ معراج سے ہی متعلق ہے۔ اس بارے میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا یا نہیں۔ اور اس بارے میں اُمّت میں دو گروہ ہوئے ہیں۔ کثیر گروہ اسے جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے اور قلیل گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور معاویہؓ اور حسنؒ ہیں اسے رویاء مانتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاقؒ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج جسم عنصری سے تھا یا بغیر اس کے ہاں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور گئے اور

اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دیکھنا تھا دیکھا، خواہ وہ کسی بھی حالت میں ہوں یعنی سوئے یا جاگتے۔ یہ سب حق و صدق ہے۔ اور یہی بات اقرب الی الصواب ہے۔ مگر آج اس بات پر تعجب ہے کہ صرف اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ معراج روحانی ہوئی تکفیر تک نوبت پہنچائی جاتی ہے۔ جن لوگوں نے معراج کو جسمانی مانا ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں اوّل یہ کہ اسے ایک عظیم الشان واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس کی ابتدا سبحان الذی سے ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اگر جسمانی نہ ہوتا تو کفار قریش تکذیب کیوں کرتے۔ سوم یہ کہ مسلمان اس بات کو سُن کر مُرتد بھی ہو گئے تھے۔ چہارم یہ کہ لفظ عبد مجموعہ جسم وروح سے عبارت ہے۔ ان میں سے پہلی بات تو چنداں قابل توجہ نہیں ہے۔ معراج روحانی بھی ہو تو اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی۔ عظمت تو اس لحاظ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا۔ دوسری بات کہ کفار تکذیب نہ کرتے۔ یہ بھی کوئی مضبوط دلیل نہیں اس لئے کہ کفار تو آنحضرت ﷺ پر وحی آنے کی بھی تکذیب کرتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات پر آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو آپ ﷺ کو اس میں بھی سچا مانتا ہوں کہ صبح شام آپ ﷺ پر آسمان کی خبر آتی ہے۔ تیسری بات کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے، صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کوئی خاص نام کسی حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرا کہ معراج کے واقعہ پر وہ مرتد ہو گیا ہو۔ صرف یہی عام الفاظ بعض روایات میں ہیں کہ بعض لوگ مرتد ہو

گئے تھے۔ مگر ابو سفیان والی حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔ جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے؟ ابو سفیان نے جواب دیا (حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھے) کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ اور چوتھی بات اور بھی کمزور ہے کیونکہ رویاء میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ گو جسد عنصری سے نہ ہو مگر روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے اور حالت کشفی میں بھی جو رویاء سے زیادہ صفائی کی حالت ہے، ایک اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے جسکے ساتھ انسان کسی دوسرے عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں۔

اِنّیٓ اریٰ فی المنام یہ دیکھنے والا بھی تو روح مع الجسد ہی ہے مگر وہ جسم جو رویاء اور کشف میں ملتا ہے یہ جسم عنصری نہیں ہوتا۔ یہ جہاں ہو وہیں رہتا ہے اور انسان کہیں کا کہیں ہو آتا ہے۔ لوگ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے رویاء کو بھی اپنے خوابوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رویاء کے پیچھے حقیقت ہی کیا ہے۔

غور کیا جائے تو خود قرآن شریف سے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہب وہی ہے جس کی طرف قلّت گئی ہے یعنی یہ کہ معراج نبوی ﷺ اس جسدِ عنصری سے نہیں بلکہ دوسرے نورانی جسم کے ساتھ تھا۔ جو اللہ تعالیٰ حالتِ کشف میں اپنے برگزیدوں کو عالمِ روحانی کی سیر کے لئے عطا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں پہلی دلیل تو خود یہ موجود ہے کہ اسی سورت بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر کرکے فرمایا **وما جعلنا الرءیا التی ارینک** (۶۰) جہاں صاف الفاظ میں اسے رویاء کہا ہے اور رویاء کا لفظ عالم خواب سے مخصوص ہے جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔

والرؤیا مایری فی المنام (غ) رویا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ دوم جب کفّار نے جسدِ عنصری کے ساتھ اوپر جانے کا مطالبہ کیا۔ **اوترقیٰ فی السماء** (۹۳) تو اس کا جواب دیا۔ **قل سبحان ربّی ھل کنت الاّ بشراً رّسولا**۔ گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے۔ دوسری جگہ ہے۔ **الم نجعل الا رض کفاتا احیاء وامواتا** (المرسلت ۲۵/۲۶) سوم حدیث بخاری میں صاف یہ لفظ ہیں۔ اس حالت میں معراج ہوا جب آپ ﷺ کا قلب دیکھتا تھا۔ اور آپ کی آنکھ سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا اور اسی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

واستیقظ وھوفی المسجدالحرام۔ پھر آپ ﷺ جاگ اٹھے اور آپؐ مسجد حرام میں تھے جس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپؐ پر حالت خواب میں وارد ہوا۔ اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری کی ہے معراج کی حالت کو **بین النائم والیقظان** یعنی سوتے اور جاگتے کے درمیان یا حالت مکاشفہ قرار دیا ہے۔ اور مطلب دونوں کا ایک ہے چہارم جو کچھ آنحضرت ﷺ نے معراج میں دیکھا اس کا اسی زمین پر حالت کشف یا رویاء میں دیکھنا ثابت ہے۔ اول بیت المقدس والی حدیث میں ہے کہ جب کفار نے آپؐ کی بات کو نہ مانا اور بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے کر دیا یعنی کشفی حالت میں۔ اور آپ ﷺ نے ان کو سب کچھ بتا دیا (آپ ﷺ نے فرمایا) میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ تو میں انہیں اس کی نشانیوں سے خبر دینے لگا درانحالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا جنت ونار۔ حدیث کسوف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس جگہ سب کچھ دکھایا گیا۔ یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آپ نماز کسوف پڑھا رہے تھے۔ چنانچہ بخاری ابواب الکسوف میں حدیث آسماء بنت ابی بکرؓ میں یہ الفاظ ہیں۔

"کوئی چیز نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا تھا مگر وہ مجھے اس مقام پر یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دکھائی گئی یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے"

تیسرا اللہ تعالیٰ کا جس طرح معراج میں دنافتدلیٰ کا نظارہ ہوا۔ اسی طرح احمدؒ اور ترمذیؒ کی روایت میں ہے جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے۔ جو معاذؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اور یہ اسی زمین کا ذکر ہے (آپؐ نے فرمایا) میں رات کے وقت اٹھا اور نماز پڑھی... تب ناگہاں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔ تب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ تو جب اللہ تعالیٰ کو، جنت ونار کو، بیت المقدس کو مکہ یا مدینہ میں دیکھ لیا تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ یہ نظارے اسی زمین میں دکھا دیا کرتا ہے۔ اور ان کے لئے نقل مکانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں

(بقیہ صفحہ ۹ کالم ۲ پر......)

صحابہ کرامؓ کا شوق عبادت

خواہم کہ ہمیشہ دروفائے توزیم
خاکے شوم وزیر پائے توزیم
مقصود من خستہ زکونین توئی
ہم بہر تو میرم وہم برائے توزیم

آنحضرت کی اتباع میں جن لوگوں نے انتہائی ذوق وشوق سے اپنے خالق سے محبت کی اور اس کے دروازے پر سجدہ ریز ہوئے آنحضرت ﷺ کے اصحابؓ ان میں ممتاز ترین مقام کے حامل تھے۔ انہیں اپنے مولا سے عشق تھا اور اپنے پیارے نبی کے اسوۂ حسنہ کی اتباع ان کے لئے تسکین کا موجب تھی۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: خذوا زینتکم عند کل مسجدٍ ہر نماز کے وقت پاکیزگی اور زینت اختیار کرو۔ اور صحابہ کرامؓ نے سختی سے اس کا التزام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی میں نماز سے پہلے وضو فرض کر دیا تھا گو بعد میں ایک وضو سے ایک سے زیادہ نمازوں کی اجازت مل گئی تاہم اکثر صحابہ بدستور سابق ہر نماز سے پہلے تازہ وضو کرتے اور وضو کرتے وقت ہر گونہ حدود کو ملحوظ رکھتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر نماز کیلئے نیا وضو کرتے اور بعض صحابہ تو ہر وقت باوضو رہتے۔ چنانچہ حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں۔

"جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کیلئے باوضو رہتا"

ایک بار آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ "کل تم مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہو گئے" بولے یارسولؐ اللہ میرا معمول ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں۔ اور جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس وقت وضو کر لیتا ہوں۔

مسواک کی پابندی

آنحضرت ﷺ پنجوقتہ مسواک کرتے تھے آپ کا ارشاد تھا کہ اگر اُمت پر گراں نہ گزرتا تو میں ہر نماز سے قبل مسواک کی تاکید کرتا۔ اصحاب رسولؐ کیلئے اشارہ کافی تھا چنانچہ جہاں وہ وضو نہایت خوبصورت طریق سے کرتے وہاں مسواک کا بھی التزام فرماتے۔ حضرت زید بن ارقمؓ ہر وقت مسواک قلم کی طرح کان پر رکھتے تھے۔

نماز پنجگانہ

اصحاب رسولؐ نے نماز کو اپنی خواہشات کا ہدف نہیں بنا رکھا تھا۔ کہ مختلف حیلوں سے ان پابندیوں کو ترک کر دیتے جو حضور ﷺ نے عائد کی تھیں۔ چنانچہ وہ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب نماز کھڑی ہوتی تو صحابہ کرام اس تیزی سے لپکتے کہ شور سا ہو جاتا۔ اور وہ ہر قسم کا کاروبار چھوڑ کر اپنے پالنے والے کی بارگاہ میں عاجزانہ حاضری دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے انہی کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:۔

رجالٌ لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکراللّٰہ

صحابہ کرام ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت ذکر الٰہی سے نہیں روکتی۔

رسول پاک کے یہ شیدائی سخت سے سخت تکلیف میں بھی نماز ترک نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس رات کی صبح کو لوگوں نے نماز کے وقت جگایا تو بولے۔ ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ زخمی ہونے کے باوجود آپ نے نماز ادا کی۔

نماز جمعہ

آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق صحابہ کرام جمعہ کے روز غسل فرماتے۔ صاف لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور وقت پر مسجد میں تشریف

لے جاتے اور **اذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعه فاسعوا الیٰ ذکر الله** کی تعمیل میں وقت پر مسجد میں پہنچتے اور دنیوی باتوں کی بجائے ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے جب کہ اس زمانے میں اکثر لوگ حکم الٰہی کو نظرانداز کر کے عین جماعت کے وقت مسجد میں پہنچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کے باوجود ہم نے حکم خداوندی کی تعمیل کر لی ہے۔ انہی کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے۔

صحابہ کرام جمعہ کے روز نہانے کو غسل جنابت کی طرح ضروری جانتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ غسل اور خوشبو کے بغیر مسجد نہ جاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے دیر سے آنے پر باز پرس کی انہوں نے کہا کہ بازار سے ابھی ابھی آیا تھا چنانچہ صرف وضو کر کے چلا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز محض وضو کرنا قابل اعتراض ہے۔ آنحضرت ﷺ تو غسل کی تاکید فرماتے تھے۔

نماز اشراق

صحابہ کرام نوافل بڑی پابندی اور اشتیاق سے ادا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی سواری پر ادا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اشراق پڑھتے بھی تھے اور مشورہ بھی دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو اشراق پڑھتے تو نہیں دیکھا لیکن میں باقاعدہ ادا کرتی ہوں کیونکہ آپؐ اکثر پڑھتے تو نہ تھے کہ اُمت پر فرض نہ ہو جائے لیکن پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو داؤدؓ کو آپؐ نے اشراق کی تلقین فرمائی تھی چنانچہ وہ پابندی سے ادا کرتے تھے۔

نماز تہجد

سورہ مزمّل میں مذکور ہے کہ **ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثى الليل ونصفه وثلثه وطائفه من الذين معك** جس سے عیاں ہے کہ صحابہ کرامؓ کا ایک گروہ آپ کی طرح تہجّد گذار تھا ایک بار ایک صحابی نے تہجّد میں بلند آواز سے قرأت کی تو آپ خوش ہوئے کہ اس نے مجھے کئی آیات یاد دلا دیں۔ ایک بار آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ معتکف تھے قرأت کی آواز بلند ہوئی تو آپ نے پردہ ہٹا کر فرمایا "تم میں سے ہر شخص خدا کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے۔ اتنا نہ چلاؤ کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔

صحابہ کرامؓ نہ صرف خود راتوں کو نمازیں پڑھتے تھے بلکہ بال بچوں کو بھی جگا کر شریک کر لیتے تھے۔ ایک رات آپ گھر سے نکلے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ پست آواز سے قرأت کر رہے ہیں۔ چند قدم آگے گئے حضرت عمرؓ بلند آواز سے محو قرأت تھے۔ دونوں بزرگ آپؐ کے پاس آئے تو پوچھا۔ ابو بکر تمہاری قرأت پست آواز میں تھی۔ عرض کیا میں خدا سے سرگوشی کر رہا تھا۔ میری آواز خدا تک پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دور کرتا ہوں"

حضرت عمرؓ رات کو اٹھتے تو یہ آیت پڑھ کر اہل وعیال کو جگاتے:۔

وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها لانسئلك رزقاً نحن رزقك والعاقبة للتقوىٰ

اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر اصرار کر۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تو تجھے رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

☆☆☆

بقیہ صفحہ ۷

تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو اٹھا کر لے جائے یہاں تک کہ جنت دکھا دے اور یہ بھی کہ جنت کو اٹھا کر لائے یہاں تک کہ ایک انسان کو دکھا دے۔ دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس سے قدرت میں کچھ فرق آتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پر بھی ہو اور اللہ تعالیٰ اسکا تمثل دوسری جگہ بھی دکھائے۔ یہاں معراج کی ایک غرض بھی بتائی ہے۔ **لنريه من اٰيتنا** یعنی آنحضرت ﷺ کا معراج اس غرض کے لئے تھا کہ آپؐ کو کچھ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھائی جائیں۔ گویا جو باتیں آپ کو معراج میں دکھائی گئیں، وہ کسی دوسری حقیقت کیلئے بطور نشان بھی تھیں اور درحقیقت معراج میں آنحضرت ﷺ کے کمالات غیر متناہی کا نقشہ کھینچا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپؐ اس بلند ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا۔

☆☆☆

احکام اسلام میں نماز کی اہمیت

(قسطوار)

از مولانا محمد علی صاحب مرحوم

نماز مسلم ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے: چونکہ سورۃ فاتحہ ہی قرآن مجید کی وہ سورت ہے جس کا نماز کی ہر رکعت میں اعادہ لازمی ہے اس لئے اس کو ایک مسلمان کے لئے اصول ہدایت قرار دینا بالکل بجا ہے۔ یہ وہ تصوّر ہے جو دوسرے تمام تصوّرات پر حکمران ہے۔ اور اس وجہ سے یہ مسلم ذہنیت کا ایک صحیح اور سچّا آئینہ ہے۔ وہ بڑے بڑے اصول جو سورۃ فاتحہ میں مضمر ہیں یہاں مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں پہلی بات ہر حالت میں باری تعالےٰ کی حمد و ثنا کا اظہار ہے کیونکہ سورۃ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

الحمد لله ربّ العالمين سب تعریفیں اللہ کے لئے ہی سزاوار ہیں۔ ایک مسلمان کو بہر کیف دن میں پانچ بار نماز کی طرف آنا لازمی ہے۔ ایسے مواقع بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔ کسی انقلاب کا شکار ہو گیا ہو۔ یا کسی ہزیمت سے شکستہ دل ہو یا اس کا کوئی دوست یا قریبی رشتہ دار کسی ناگہانی آفت میں مبتلا ہو گیا ہو، یا یہ کہ اس کا کوئی نہایت قریبی عزیز داغِ مفارقت دے گیا ہو جس سے اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ ان تمام حالات میں اس سے توقع کی گئی ہے کہ وہ ربّ العالمین کی جو ان تمام حالات کا پیدا کرنے والا ہے اسی طرح حمد بجالائے جس طرح وہ اس صورت میں بجالاتا جبکہ خدا نے اس کو اپنی رحمت یا کسی نعمت سے نوازا ہوتا۔ اس طریق سے قلب انسانی میں حالات زمانہ سے سازگاری کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نہ وہ خوشی کی حالت میں آپے سے باہر نکل جاتا ہے اور نہ غم کی حالت میں عبوساً قمطریراً کا مصداق بن جاتا ہے۔ یہ قلب انسانی کی وہ کیفیت ہے جو انسان کو خوشی اور غم رنج اور راحت دونوں صورتوں میں استوار اور ثابت قدم رکھتی ہے۔

اب ہم دوسرے اہم تصوّرات کو لیتے ہیں جو انسان کی ذہنیت پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جو ربّ العالمین کے الفاظ میں مرکوز ہیں۔ ربّ العالمین کے معانی ہیں تمام عالموں اور قوموں کی تربیت کر کے ان کو حدّ کمال تک پہونچانے والا ربّ العلمین انسان کو یہ علم دے کر اس کو اطمینان دلاتا ہے کہ جو کچھ اس پر وارد ہوتا ہے یہ سب اس کے مفاد کے لئے ہے۔ کیونکہ اس سے اس کے نفس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر وہ کسی نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے یا اس پر کوئی مصیبت وارد ہوتی ہے، تو اسے یقین رکھنا چاہئے کہ یہ مختلف منازل ہیں جن میں سے گذر کر انسان تکمیل کے بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ ربّ کے ساتھ العالمین کا الحاق جس کے معنے ہیں تمام عالم یا تمام اقوام۔ انسان کے دل کو فراخ اور تمام لوگوں سے اس کی ہمدردی اور محبت کے دائرہ کو وسیع کر دیتا ہے۔ خواہ وہ لوگ کسی قوم یا کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ محبت اور ہمدردی کے اس دائرہ کو کل مخلوق خدا حتیٰ کہ بے زبان حیوانوں تک وسیع کر دیتا ہے جو شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ خدا ربّ العالمین ہے یعنے وہ لوگوں کی ربوبیت کرتا ہے اور ان سے نفرت نہیں کر سکتا تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا اپنی مخلوق پر ماں سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہے۔

اب ہم تیسرے اور چوتھے بڑے تصوّر کا ذکر کرتے ہیں۔ جو الفاظ رحمٰن اور رحیم میں پایا جاتا ہے۔ خدا محبت کرنے والا اور مہربان ہے۔ اس نے انسان کو ہر چیز سے جو اس کے ارتقاء کے لئے ضروری ہے بہرہ یاب کیا ہے۔ خواہ یہ ارتقاء جسمانی ہو یا اخلاقی اور روحانی، لیکن یہ ارتقاء بیرونی اسباب نیز اندورنی طاقتوں کے استعمال پر جو اس مقصد کے لئے ودیعت کی گئی ہیں منحصر ہے۔ یہ انسان کا اپنا اختیار ہے کہ خواہ وہ ان ذرائع سے فائدہ اُٹھائے اور گوہر مقصود کو پالے اور خواہ ان کو مسترد یا نظر انداز کر دے اور اس کے بُرے نتائج بھگتے۔

اب ہم دوسرے دو یعنی پانچویں اور چھٹے تصوّر کو لیتے ہیں جو سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں اور یہ مالك يوم الدين کے الفاظ میں مرکوز ہیں۔ جس کے معنے ہیں جزا و سزا کے دن کا مالک۔ خدا کو یہاں مالک کہا گیا ہے ملک یا بادشاہ نہیں کہا گیا۔ دونوں الفاظ تقریباً ایک سے ہیں، لیکن ان میں بہت بڑا فرق ہے، ملک پابند ہے کہ وہ ہر شخص کو وہی کچھ دے جس کا وہ مستحق ہے۔ مگر مالک اگر پسند کرے تو اپنے مجرم کو بالکل

معاف کر سکتا ہے۔ دنیا میں ایسے مذاہب بھی پائے جاتے ہیں جو ایسے خدا کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں جو مجرموں کو بغیر کسی معاوضہ یا بدلہ کے معافی دیدے۔ خدا کے انصاف کے متعلق ایسا تنگ تصوّر اخلاق انسانی پر بھی اس کے مطابق اثر ڈالے گا۔ لفظ مالکؔ اس خیال کی تردید کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ جُرم خواہ کتنا بڑا ہو خدا کو اختیار ہے کہ اسے بالکل معاف کردے۔ الفاظ یوم الدین کا الحاق، اس حقیقت کی یاد دہانی کے لئے ہے کہ انسان کو اپنے اعمال کے نتائج ضرور بھگتنے پڑیں گے۔ کوئی عمل خواہ صالح ہو یا غیر صالح بغیر نتیجہ کے نہیں رہ سکتا۔ اور اگر انسان ان نتائج کو اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتا تو موت کے بعد جزا و سزا کا ایک دن ضرور معیّن ہے۔

ساتواں تصوّر الفاظ ایاك نعبدُ میں مرکوز ہے یعنے خدا کی اطاعت کامل خشوع و خضوع کے ساتھ ہو اس کا مقصد انسان میں احکام الہٰیہ کی فرمانبرداری کی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔ خواہ یہ احکام الہٰیہ کسی ارضی حکومت کے احکام یا انسان کی اپنی خواہشات کے خلاف ہی ہوں۔ وہ صرف یہ ذہنیت ہی پیدا نہیں کرتے بلکہ انسان کو ان احکام کی بجا آوری کے لئے مستعد کرتے ہیں۔

آٹھواں تصوّر الفاظ ایاك نستعین میں پایا جاتا ہے جس کے معنے ہیں اے خدا ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ ان الفاظ سے جس ذہنیت کا پیدا کرنا مقصود ہے وہ خدا پر بھروسہ رکھنا اور کسی چیز کے حصُول کے بارہ میں کبھی مایوس نہ ہونا ہے۔ کیونکہ اگر ظاہری ذرائع ناکام بھی ہو جائیں تو خدا تو موجود ہے جو تمام ذرائع پر اقتدار کُلّی رکھتا ہے اور جس کی مدد اس انسان کو کبھی ناکام نہیں رہنے دیتی جو اس پر تکیہ کرتا ہے۔

نواں تصور الفاظ اھدنا میں پایا جاتا ہے۔ یہ رُوح کی اندرونی تڑپ کا اظہار ہے (اور نماز رُوح کی اندرونی تڑپ کا ہی نام ہے) اور وہ تڑپ یہ ہے کہ انسان آگے اور آگے ہی ترقی کرتا چلا جائے یہاں تک کہ منزل مقصود کو پالے۔ یہی مفہوم لفظ ہدایت کا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ان الفاظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اپنے حالات پر قانع رہنے کی ذہنیت مانع عمل نہیں ہے۔ دنیا کے متعلق ایک مسلمان کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہے کہ انسان کام نہ کرے یا علائق دنیا سے انقطاع کرے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ نقطہ نظر ایک طرف حالات پر صابر و شاکر رہنے اور دوسری طرف علیٰ الاتصال ترقی کرنے اور منزل مقصود تک پہنچنے کی خواہش پر مشتمل ہے۔ مسلمان ہر قدم پر خدا کی حمد و ثنا کرتا ہے لیکن اس کی حالت جمود کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے ماحول کا غلام نہیں ہوتا۔ بلکہ ماحول کو اپنا غلام بنانے کی جدوجہد میں لگا رہتا ہے۔ وہ ترقی کے بغیر سکون کا حامی نہیں اور نہ سکون کے بغیر کسی ترقی کا۔ بلکہ وہ بیک وقت دونوں کا حامی ہے۔

دسواں تصوّر جو ایک مسلم کی ذہنیت پر مسلّط ہے وہ حسب تصریح سورۃ فاتحہ ایک تو یہ تمنا ہے کہ وہ ان لوگوں کے نقشِ قدم پر گامزن ہو جن پر نعمائے الہٰیہ ہوئیں، خواہ وہ نعماء دنیوی رنگ کی تھیں یا اخلاقی اور روحانی اور دوسری یہ کہ وہ ان لوگوں کی غلطیوں سے مجتنب رہے جو خدا کے غضب کے مورد بنے یا سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ یہ مؤخرالذکر وہ لوگ ہیں جو افراط اور تفریط کی راہوں پر چلتے ہیں۔ اور جن پر نعمائے الہٰیہ ہوئیں، یہ وہ ہیں جنہوں نے وسط کا راستہ اختیار کیا جو صراطِ مستقیم ہے۔

ان دس **تصوّرات** کے ساتھ جو انسان کے دل و دماغ پر مسلّط ہیں (اور سورۃ فاتحہ کے بار بار دہرانے سے یہی مقصد مدِنظر ہے) انسان راحت او، کامرانی کے بہترین اسلحہ سے مسلّح ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ نماز انسان کو نکمّا اور کاہل بنادیتی ہے، کیونکہ... بجائے کام کرنے کے انسان دعاؤں پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ درحقیقت خلاف مذہب تحریک کی ایک مایۂ ناز دلیل ہے۔ یہ اعتراض دراصل نماز کی حقیقت کے بارہ میں غلط فہمی پر مبنی ہے۔ نماز کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ جو ضرورت پیش آئے اس کے لئے انسان محض خدا سے التجا کرے اور خود اس کے حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ نماز فی الواقعہ اسباب کی تلاش اور جستجو ہے اور اس وجہ سے کام کی محرّک۔ سورۃ فاتحہ نہایت ضروری دُعا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس کا مرکزی تخیّل کام کا ہے یا کام کی طرف ہدایت پانے کا۔ کیونکہ اس میں دُعا مانگنے والا خاص خاص عنایات کا سوال نہیں کرتا بلکہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیئے جانے کا سوال کرتا ہے اس دُعا کے الفاظ یہ ہیں۔

اھد نا الصراط المستقیم ہمیں سیدھے راستہ کی طرف چلایا جیسا کہ لفظ ہدایت کے مفہوم کی رُو سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کے معنے ہیں اے خدا ہم کو سیدھے راستہ پر قائم رکھ کر منزل مقصود تک پہنچا

دیجئے۔ بنابریں نماز انسان کو آگے لے جانے اور اس راستہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جس پر گامزن ہو کر وہ منزل مقصود کو پالے۔ یہ ایک منتہا پر پہنچنے کے لئے ذرائع کی جستجو ہے۔ اور ایک خاص راہ پر چلنے کی... خواہش ایسی واضح اور بین تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ خیال کہ نماز کسی مقصد کے حصول کے لئے انسانی جدو جہد کو بے کار قرار دیتی ہے قطعاً غلط ہے۔ ایک اور جگہ دُعا کی قبولیت کو انسان کی محنت کا پھل قرار دیا ہے۔ فرمایا :۔ **فاستجاب لهم ربهم انی لااضیع عمل عاملٍ منکم من ذکرٍ اوانثیٰ۔ بعضکم من بعض**

ان کے ربّ نے ان کی دُعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے سے ہو۔

یہ اصول قرآن مجید میں متعدد بار بیان کیا گیا ہے کہ محنتِ شاقہ کے بغیر کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، فرمایا :۔ **لقد خلقنا الانسان فی کبدٍ۔** یقیناً ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اور پھر فرمایا

لیس للانسان الا ماسعیٰ وانّ سعیهٗ سوف یریٰ ثم یجزاء الجزاء الاوفیٰ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔ اور کہا کہ اسکی کوشش دیکھی جائیگی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

پھر ایک دوسری جگہ فرمایا :۔

یٰقوم اعملوا علیٰ مکانتکم انی عاملٌ اے میری قوم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو۔ میں بھی عمل کرتا ہوں

اس موقعہ پر سوال ہو سکتا ہے کہ اگر انسان کو کسی مقصد کے لئے کام ہی کرنا ہے اور اس کے حصول کے لئے ذرائع کا استعمال ہی کرنا ہے تو پھر دعا کی کیا ضرورت، یہ اعتراض انسان کی استعدادوں کے متعلق غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ اکثر واقعہ ہوتا رہتا ہے کہ باوجود سخت جدوجہد کے انسان اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل عاجز پاتا ہے۔ ایسے حالات میں دعا کارسازی کرتی ہے اور کام کرنے والے کی ہمت بڑھاتی ہے۔ وہ دل شکستہ نہیں ہوتا اور نہ مایوس ہوتا ہے۔ کیونکہ ایمان ہے کہ اگرچہ اسکے تمام ذرائع ناکام ہو چکے ہیں اور اگرچہ اس کے اردگرد مشکلات اور تاریکیاں ہیں اور اگرچہ اس کی اپنی طاقت جواب دے چکی ہے لیکن ان سب طاقتوں کے اوپر ایک اور ارفع واعلےٰ طاقت ہے جس کے نزدیک کوئی چیز انہونی نہیں۔ جواب بھی روشنی کی ایسی کرن پیدا کر سکتی ہے جو تمام تاریکیوں کو پاش پاش کر دے۔ جو بے بسی کی حالت میں اس کے لئے قوت اور توانائی کا دائمی چشمہ ہے۔ اور یہ کہ اس کے حضور دعا کر کے وہ اس چیز کو اب بھی حاصل کر سکتا ہے جس کا حصول ظاہری وسائل سے ناممکن ہو چکا ہے۔ یہ ہے دعا کا اصل مقام۔ یہ حصول مقصد کا ایک ذریعہ ہے جبکہ دوسرے ذرائع ناکام ثابت ہو چکے ہوں۔ یہ عجز اور یاس کے لمحات میں انسان کے لئے طاقت اور توانائی کا منبع ہے۔

دعا کے ان فوائد عظیمہ کا اور اس حقیقت کا کہ دعا طاقت اور توانائی کا منبع ہے جس سے انسان مشکلات کا مقابلہ کرنے اور فائز المرام ہونے کے قابل بن جاتا ہے اسلام کی ابتدائی تاریخ سے بہترین ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بڑھ کر دعا پر کس کو زیادہ یقین ہو سکتا تھا۔ قرآن شاہد ہے کہ وہ دو تہائی رات، آدھی رات یا ایک تہائی رات نمازوں میں گذارتے تھے۔ (سورہ المزّمل)

تاہم وہ طائفہ مقدسہ تھا جسے کام میں اس قدر شغف تھا کہ جس کی حد و نہایت نہیں جنہیں بے پناہ طاقت حاصل تھی۔ اور جو نہایت حوصلہ شکن مشکلات کا آہنی عزم کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔ یقیناً جن لوگوں نے دس سال کے قلیل عرصہ کے اندر دنیا کی دو نہایت زبردست سلطنتوں کو تہ وبالا کر ڈالا۔ جنہوں نے نہایت قلیل ذرائع کیساتھ اپنے سے دوگنی اور تگنی بلکہ بعض صورتوں میں دس گنی زیادہ افواج کے چھکے چھڑا دیئے ان کے متعلق خواہ دوسرے لاکھ اعتراض ہوں مگر یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کاہل اور نااہل تھے۔ اور یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کو غضبناک صورت پیش آئی وہ خدا کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ اور اس عظیم الشان ہستی سے طالب امداد ہوئے جو تمام طاقتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ ہے۔ نماز نے فی الواقع عرب کی گمنام نسل کو ایک ایسی معزز اور ممتاز قوم بنا دیا جو تاریخ عالم پیش کر سکتی ہے۔ نماز نے ان کو بنی نوع انسان کے ہر شعبہ زندگی میں ترقی کے لئے نہایت سرگرم اور ان تھک کام کرنے والے بنا دیا لہٰذا اس میں ذرا شک نہیں کہ نماز کا مقصد انسانی روح کی خوابیدہ طاقتوں کو بیدار کرنا ہے۔ اور یقیناً یہ بیدار کرتی رہی ہے اور اب بھی کرتی ہے۔

☆☆☆

تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم

احمدیت کا چوتھا امتیاز : اسلام کو ایک عقلی اور علمی مذہب ثابت کرنا ہے ، قرآن کریم مذہبی کتاب میں شاید اکیلی کتاب ہے۔جس نے عقل و فکر کے استعمال پر زور دیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ اصول مذہب کی تعلیم وحی الٰہی سے ملتی ہے۔اور عقل انسانی ان کو دریافت نہیں کرتی۔کیونکہ ان کا دریافت کرنا عقل انسانی سے بالاتر ہے لیکن خود وہ باتیں جس طرح فطرت انسانی کے مطابق ہیں عقل انسانی کے بھی مطابق ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جس قدر باتیں پیش کی ہیں جن کا اظہار بذریعہ وحی الٰہی ہوا۔ان کو سمجھنے کے لئے عقل انسانی سے کام لینے کی ہدایت کی ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا دریافت کرنا عقل انسانی سے بالاتر اس لئے ہے کہ جس چیز کو عقل انسانی دریافت کرتی ہے اس پر اس کا تصرف بھی ہو جاتا ہے۔کم ہو یا زیادہ اس لئے اگر عقل انسانی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو بھی دریافت کرنیکی قابلیت رکھتی تو وہ اللہ تعالیٰ پر اپنا تصرف بھی حاصل کرلیتی۔لیکن یہ امر محال ہے۔قوائے عالم کو صفات مادّہ کو عقل انسانی دریافت کرسکتی ہے۔اس لئے ان چیزوں پر تصرف حاصل کر کے ان کو اپنے کام میں بھی لا سکتی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ انسان سے بالاتر ہے۔اس کا تصرف انسان پر ہے انسان کا تصرف اس پر نہیں۔اس لئے وہ خود اپنے آپ کو ظاہر فرماتا ہے اور یہی اس کا ظاہر فرمانا وحی الٰہی ہے جو انسان کے علم کا ایک ذریعہ تو ہے اور اس کی عقل سے بالاتر ذریعہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی صحیح ہے کہ وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ انسان کے لئے ظاہر فرماتا ہے وہ عقل انسانی کے مخالف نہیں بلکہ اس کے مطابق ہونی چاہئیں۔ایسی باتیں ہونی چاہئیں جنہیں عقل انسانی قبول کرسکے۔کیونکہ عقل بھی انسان کے اندر ایک خداداد قوت ہے۔جن چیزوں کو فطرت انسانی یا عقل انسانی قبول نہ کرسکے وہ انسان کے لئے نہیں ہوسکتیں۔اب اگر غور کر کے دیکھا جائے تو خدا کی ہستی توحید اس کی صفات ربوبیت ، رحمانیت ، رحیمیت ، انسان کے اعمال کی جزاو سزا وغیرہ سب ایسی چیزیں ہیں۔جو انسان کی سمجھ میں آجاتی ہیں۔اس کے برخلاف تین کا ایک ہونا یا ایک کا تین ہونا۔یا ایک انسان کا کل دنیا کے گناہ اٹھالے جانا۔یا ارواح کا تناسخ ، یہ باتیں عقل انسانی میں نہیں آسکتیں۔اسلام کے اصول چونکہ عقل انسانی کے مطابق تھے اس لئے اس کے فروع کو معلوم کرنے کے لئے عقل انسانی کو کام میں لانے کا حکم دیا ہے اجتہاد اسی کا نام ہے۔پس اسلام کیا اپنے اصول کے لحاظ سے اور کیا اپنے فروع کے لحاظ سے ایک عقلی مذہب ہے۔اسی لئے اس میں پریسٹ یا پروہت یعنی اجارہ داران مذہب کوئی نہ ہوتے تھے۔مگر بدقسمتی سے آہستہ آہستہ دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی ایک ایسا گروہ اجارہ داروان مذہب کا اسلام میں بھی پیدا ہو گیا۔اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو اجارہ داری قائم نہیں رہ سکتی۔اس لئے انہوں نے مذہب میں عقل کی مداخلت کو ناجائز قرار دیا۔اور جو شخص کوئی عقلی اعتراض کرے اسے کافر اور بیدین قرار دیا۔یہ اسلام کی عالمگیر ترقی کے رستے میں ایک بڑی بھاری روک تھی جسے احمدیت نے اٹھایا اور یہ بتایا کہ اسلام فی الواقع ایک عقلی مذہب ہے اور اس کی تعلیم اور اس کے عقائد کو جانچنے میں عقل کا پورا دخل ہے۔

عقل اور علم دوش بدوش چلنے والی چیزیں ہیں۔جب انسان عقل سے کام لینا شروع کرے تو ضرور ہے کہ وہ علمی ترقی بھی کرے۔چنانچہ اسلام نے اگر ایک طرف عقل سے کام لینے کی تعلیم دی حتیٰ کہ مذہب کے معاملہ میں بھی عقل کو بے دخل نہیں کیا جیسا دوسرے مذاہب میں ہوا۔تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عرب نے جو ایک اُمّی قوم تھی اس قدر علمی ترقی کی کہ علوم اعلیٰ میں وہ دنیا کے معلم بن گئے اور وہ شمع جو ملک عرب سے روشن ہوئی تھی اس کی کرنیں دنیا کے کناروں تک پہنچیں۔اور خود قرآن شریف کو دیکھا جائے تو علم اور حکمت کے ذکر سے بھرا پڑا ہے بلکہ اس کا نام ہی القرآن الحکیم ہے۔یعنی حکمت والا قرآن۔کیونکہ اس نے مذہب کی بنیاد بھی علم پر رکھی ہے اور اصول مذہب کو علمی رنگ دیا ہے۔حتیٰ کہ بڑے بڑے مشکل مسائل ہستی باری ، توحید الٰہی وحی الٰہی ، جزاو سزائے اعمال اور بہشت اور دوزخ وغیرہ ان تمام امور کا ایسا فلسفہ بیان کیا ہے۔جو اعلیٰ درجہ کے دلائلِ علمی پر مبنی ہے۔اور پھر صرف مذہب

کو ہی علم کا رنگ نہیں دیا بلکہ مادی علوم کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور انسان کو یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے علم کے ذریعہ سے قوائے نیچر پر تصرف حاصل کر سکتا اور ان کو مسخر کر کے اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ چنانچہ انسان کے لئے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے اور سمندروں اور پہاڑوں اور ہواؤں اور دوسری طاقتوں کے مسخر کیا جانے کا ذکر قرآن شریف میں بار بار آتا ہے۔ اور ایک جگہ ان لوگوں کو اولوا الالباب کہا ہے یعنی خالص عقل کے مالک جو اللہ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی مخلوق میں فکر بھی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سارے مادی علوم کی ابتدا مخلوق پر غور کرنے سے ہوتی ہے۔ مذہبی تنگدلی نے بسا اوقات مادی علوم میں ترقی کو مذہب کے منافی قرار دیکر ان کی مخالفت کی ہے اس کی مثال عیسائیت میں ملتی ہے کہ جب یورپ کے عیسائیوں نے اسلام کی علمی ترقیات سے کچھ روشنی حاصل کر کے علمی تحقیقات کی طرف قدم اٹھایا تو مذہبی پیشواؤں نے اسے سخت درجہ کا کفر اور زندقہ قرار دے کر ایسے لوگوں کو اذیتیں پہنچائیں۔ اور مادی علوم کو شیطانی قرار دیا۔ اس کے خلاف اسلام میں روحانی اور مذہبی ترقیات مادی علوم میں ترقیات کے دوش بدوش چلتی رہی ہیں اور جب ایک طرف اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ خدمت گذار پیدا ہو رہے تھے تو دوسری طرف اس کے ساتھ ساتھ ہی مادی علوم میں ترقی بھی کمال کو پہنچی ہوئی تھی اور جب مسلمانوں کا قدم مذہبی اور روحانی رنگ میں پیچھے ہٹا تو اسکے ساتھ ہی علمی ترقیات بھی رک گئیں اور علم کی جگہ جہالت نے لے لی یہاں تک کہ آخر مسلمان اس حالت کو پہنچ گئے جو کسی زمانے میں عیسائیوں کی تھی کہ علمی ترقیات کو کفر سمجھا جانے لگا اور مسلمانوں کی علمی ترقیات رک کر جہالت ان میں غالب ہوگئی اور جہالت کے ساتھ ہر قسم کی پستی اور افلاس ان کے حصہ میں آگئے اس غلط خیال کے خلاف کہ عقل اور علم مذہب اور روحانیت کے منافی چیزیں ہیں احمدیت نے پوری قوت سے جہاد کیا۔

اصول تفسیر پر نئی روشنی :

سب سے مفید کام جو احمدیت نے اس پہلو میں کیا وہ قرآن شریف کی تفسیر کو اور اس کے ساتھ ہی گویا مذہب کو ایک علمی رنگ دینا ہے۔ ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا آیا تھا۔ کہ قرآن کریم کے معمولی واقعات کے ذکر پر خلاف عقل و علم قصوں کا رنگ چڑھا دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نئی نسل جو اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتی تھی۔ ان قصوں کو قرآن شریف کا حصہ سمجھ کر خود اس پر حکمت کتاب سے متنفر ہوگئی اور مذہب کو قصوں کہانیوں کا مجموعہ سمجھنے لگی۔ علماء نے بجائے اسکے کہ ان شبہات پر انکی تشفی کرتے ہر اس شخص پر کفر کے فتوے لگانے شروع کئے۔ جو دین کے اصول نہیں۔ ادنیٰ جزئیات میں اختلاف کا نام لے یا جو تفاسیر کے قصوں اور کہانیوں کو خدا کا کلام سمجھ کر ان پر ایمان نہ لائے یا جو اعتراض اس کے دل میں پیدا ہو اس کو بیان کرے احمدیت نے عین اس وقت اسلام کی اور خود مذہب کی یہ بیش بہا خدمت کی کہ کفر کے فتوؤں کی پرواہ نہ کر کے علماء کی اس تنگدلی اور جہالت کے خلاف علمی جہاد کیا اور علماء کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ بتایا کہ قرآن کریم خلاف عقل و علم قصوں اور کہانیوں سے پاک ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ اس کے اندر کوئی ایسے امور نہیں جو سائنس یا عقل کے خلاف ہوں بلکہ یہ بھی دکھایا کہ اس نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ایسے ایسے علمی امور کا انکشاف کیا جن کو علمی دنیا نے آج دریافت کیا ہے اور جو یوں اس کے کلام الٰہی ہونے پر گواہ ہیں گویا سائنس کو خود مذہب کا خادم بنا کر دکھایا احمدیت نے نئے تعلیم یافتہ گروہ کی طرح مذہب کو سائنس کے ماتحت نہیں کیا بلکہ سائنس کو مذہب کے ماتحت کر کے دکھایا اور اصول تفسیر میں اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ قرآن کریم کی تفسیر میں سب سے پہلے خود قرآن شریف کو لینا چاہئے۔ اس کے بعد حدیث صحیح کو اور قصوں کی احادیث کو قبول کرنے میں سخت احتیاط سے کام لینا چاہئے اور لغت عرب کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ایک عبارت کے دو معنے ہو سکیں جن میں سے ایک معنی تاریخ یا انسان کی عقل علم یا تجربہ کے خلاف ہوں اور دوسرے اس کے خلاف نہ ہوں تو ترجیح اس معنی کو دی جائے گی جو تاریخ یا انسانی عقل علم اور تجربہ کے خلاف نہ ہوں اس طرح آج قرآن شریف ایک علمی کتاب کے رنگ میں نظر آرہا ہے اور اس کے اندر انسان کی اس زندگی کے لئے بھی ایسے اعلیٰ درجہ کے اصول نظر آرہے ہیں جو دنیا کی مشکلات کا حل ہے اور راحت کا صحیح سامان ان کے اندر ہے۔ یہ نیا تفسیری رنگ جو احمدیت نے پیدا کیا ہے آج صرف احمدیہ لٹریچر میں ہی نظر نہیں آتا بلکہ اسلام کا سارا مذہبی لٹریچر اس رنگ سے رنگین ہو رہا ہے اور جیسا کہ عیسائی رسالہ مسلم ورلڈ (جولائی ۱۹۳۱ء) میں لکھا ہے قرآن شریف کے وہ انگریزی تراجم جو آج دوسرے مسلمانوں نے کئے ہیں وہ بھی انہی خیالات کے رنگ میں رنگین ہیں۔

☆☆☆

آخری زمانہ میں دجّال صِفت قوموں کے خروج کے متعلق رسُول اکرمؐ کی پیشگوئیاں

قسطوار

احادیث میں دجّال کی علامات اور صفات کا تفصیلی ذکر

از حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ

نبی کریم صلعم کی ان پیشگوئیوں میں یہ کس قدر کمال ہے کہ آج جو کچھ ہمیں یورپ کا خدوخال ان آنکھوں سے نظر آتا ہے اس خدوخال کو دجّال کے حلیہ میں بیان کر دیا ہے۔ ان اقوام میں کچھ اختلافات بھی ہیں لیکن بعض امور ان میں مشترک بھی پائے جاتے ہیں۔ انہی امور مشترک کو حلیہ دجّال کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ حلیہ کیا ہے۔ میں احادیث کے صرف انہی حصّوں کو لیتا ہوں جن میں حلیہ دجّال کا ذکر ہے۔ اوّل صحیح بخاری کو لیں۔

واذا انا بر جل جعد قططه اعور العين اليمنى فسالت من هذافقيل المسيح الدجال (كتاب اللباس)

اور میں نے ایک شخص کو دیکھا گھنگریالے، چھوٹے بالوں والا دائیں آنکھ سے کانا، میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا گیا مسیح دجال ہے۔

دجل احمر جسيم جعدالراس اعور العين اليمنى (باب التعبير)

ایک شخص گورا رنگ موٹا تازہ سر کے بال گھنگریالے دائیں آنکھ سے کانا ہے

الا انه اعور...وان بين عينيه مكتوب كافر (كتاب الفتن)

سنو! وہ کانا ہے.... اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے کافر۔

مسند احمد کی احادیث میں بھی ایسے ہی الفاظ آتے ہیں۔ اور قریباً سب احادیث میں اسے اعور یعنی کانا کہا ہے۔ ابن عباس کی ایک روایت میں ہے۔ اعور هجان ازهر۔ کانا سفید چمکتا ہوا رنگ (جلد ا صفحہ ۲۴۰) اور ایک میں ہے فيلما نيا اقمر هجانا احدى عينيه قائة كانه كو كب درى بڑے جسم والا سفید روشن اس کی ایک آنکھ چمکتے ہوئے ستارے کی طرح روشن (جلد ا صفحہ ۳۷۴)۔ اسی طرح بیشتر روایات میں ہے مکتوب بين عينيه كفر، یاکا، فریاک ف ر، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کفر یا کافر یا ک ف ر لکھا ہے اور بعض میں اس کے ساتھ بڑھایا ہے۔ يقرء وه كل مومن امی اوكاتب۔ اسے ہر مومن پڑھ لے گا خواہ وہ ان پڑھ ہو یا لکھنا جانتا ہو (جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)۔ یا كل مومن كاتب اوغير كاتب (جلد ۲ صفحہ ۲۲۸) یا كل مومن قارى اوغير قارى (جلد ۲ صفحہ ۲۵۰) ہر مومن لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو وہ دجّال کے ماتھے پر کفر یا کافر لکھا ہوا پڑھ لے گا۔

ظاہری حلیہ

اس حلیہ میں چند باتیں نظر آتی ہیں۔ جسم کے لحاظ سے اسے قوی الجثہ کہا گیا ہے۔ رنگ کے لحاظ سے سفید اور روشن رنگت والا۔ سر کے بال چھوٹے اور گھنگریالے۔ اب تینوں باتیں یورپین اقوام کے ظاہری خدوخال پر صادق آتی ہیں۔ عموماً یہ لوگ قوی الجثہ ہیں۔ اچھے قد آور اور موٹے ہیں۔ بال چھوٹے اور گھنگریالے ہیں اور اب تو عورتوں کے بال بھی چھوٹے ہو گئے ہیں۔ رنگ سفید اور روشن ہیں۔ تو یہ تین باتیں یورپ کی اقوام کے ظاہری خدوخال پر صادق آتی ہیں۔

باطنی حلیہ

باقی دو باتیں ایک دجّال کا دائیں آنکھ سے کانا ہونا اور دوسرے اس کے ماتھے پر کفر یا ک ف ر لکھا ہونا ان کی روحانی حالت کا اظہار ہے۔ اگر جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے دجّال ایک قوم کا نمائندہ ہے تو ظاہر ہے کہ ساری قوم ظاہر معنوں سے کانی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جہاں اسے دائیں آنکھ سے کانا بتایا ہے۔ دوسری آنکھ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اس قدر چمک رہی ہو گی کہ گویا وہ ایک روشن ستارہ ہے۔ یعنی دائیں آنکھ تو بالکل ماری ہوئی ہے اور بائیں آنکھ حد سے زیادہ روشن ہے۔ امام راغب نے دجّال کی دائیں آنکھ نہ ہونے کے جو معنے لکھے ہیں وہ نہایت محققانہ توجیہ ہے لفظ مسیح کی لغوی تحقیق میں وہ لکھتے ہیں کہ مسح کسی چیز کا مٹا دینا بھی ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں۔

وقدروى ان الدجّال ممسوح اليمنى وعيسى ممسوح اليسرىٰ قال ويعنى بان الدجّال قد مسحت عند القوة المحمو دة من العلم والعقل و الحلم والا خلاق الجميلة وان عيسىٰ مسحت

عندالقوۃ الذمیمۃ من الجھل والشرۃ والحرص وسائر الاخلاق الذمیمۃ الزتہ

یعنی روایت کی گئی ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ ماری ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ کی بائیں آنکھ ماری ہوئی ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ دجال سے علم اور عقل اور حلم اور اچھے اخلاق کی قابل تعریف قوت جاتی رہی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ سے جہل اور لالچ اور حرص اور برے اخلاق کی قابل نفرت قوت جاتی رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام راغبؒ نے بھی دجال کے کانا ہونے کو ظاہر پر محمول نہیں کیا مجاز پر محمول کیا ہے اور مراد اس سے اچھے اخلاق کا نہ ہونا لیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو توجیہ اس کی فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ لطیف ہے انسان کی دو آنکھیں وہ ہیں جن میں سے ایک دینی اور روحانی امور کو دیکھتی ہے اور دوسری جسمانی اور مادی امور کو دیکھتی ہے اور چونکہ دین اور روحانیت اعلیٰ ادنیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اور امور جسمانی اور مادّی مرتبہ رکھتے ہیں اس لئے دائیں آنکھ کے نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دجال کی توجہ دینی اور روحانی امور کی طرف سے مٹی ہوئی ہوگی اور یہی حالت آج اقوام یورپ کی نظر آتی ہے کہ ان کی ساری توجہ جسمانی اور مادی امور کی طرف ہے اور ان امور میں ان کی ترقی بے نظیر ہے۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ اس کی دوسری آنکھ روشن ستارے کی طرح ہوگی یعنی مادی اور جسمانی امور میں وہ ایسی ایسی باتوں کو دیکھ سکے گا جن کو اور لوگ نہیں دیکھتے گویا اس کی مادی آنکھ ایک روشن ستارہ ہے مگر اس کی روحانی آنکھ بالکل ماری ہوئی ہے کیونکہ اس کی ساری قوت مادیات اور جسمانیات تک محدود ہے ان میں کمال ترقی کا یہ نتیجہ ہے کہ دوسری آنکھ ان کی بند ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ کی یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی توجیہ ہے جو یقیناً وحی خفی سے قلب مبارک نبویؐ پر روشن ہوئی۔ قرآن کریم دجال کے ذکر میں فرماتا ہے۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا و ھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (الکھف ۱۰۴) وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں غرق ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے کاریگری کے کام کر رہے ہیں۔ حدیث نبویؐ نے اسے یوں بیان فرمایا کہ دجال کی بائیں آنکھ یا دنیا کی زندگی والی آنکھ ستارے کی طرح روشن ہے۔ اور قرآن کریم ان کی اخروی زندگی یا حالت کے متعلق بیان فرماتا ہے۔ اولئك الذین کفروا بآیات ربھم و لقائہ (الکھف۔۱۰۵) انہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کر دیا۔ حدیث نے یوں بیان فرمایا کہ دجال کی دائیں یا دین کی آنکھ ماری ہوئی ہے۔

اسی طرح یہ دوسری علامت دجال کی ہے کہ اس کے ماتھے پر کفر یا کافر لکھا ہوا ہوگا اس کی روحانی حالت کے متعلق ہے۔ کسی چیز کا دونوں آنکھوں کے درمیان یا پیشانی پر لکھا ہوا ہونا عرف عام میں یہی ہے کہ وہ بات اس میں ظاہر نظر آئے۔ پس مطلب یہ ہے کہ اس کا کفر ظاہر ہوگا اور خود حدیث کے الفاظ سے نظر آتا ہے کہ منشاء یہی ہے۔ کیونکہ اول تو اس میں ہے کہ ہر ایک مومن اسے پڑھ لے گا یہ نہیں کہ ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ اور پھر مومن کے متعلق بھی مزید تشریح ہے امّی اوکاتب قاری اوغیر قاری یعنی ہر ایک مومن اسے پڑھ لے گا خواہ وہ اُمّی ہو یا لکھنا جانتا ہو۔ خواہ پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ تو جس تحریر کو اوّل مومن ہی پڑھتا ہے اور مومن بھی ہر ایک پڑھ لیتا ہے خواہ وہ پڑھنا جانتا ہو۔ یا نہ جانتا ہو ظاہر ہے کہ وہ تحریر الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ اگر الفاظ کی تحریر ہوتی تو نہ مومن کی شرط ہوتی نہ ان پڑھ کے پڑھ لینے کا ذکر ہوتا۔ الفاظ کی تحریر کا تعلق ایمان سے نہیں اسے ہر ایک پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے۔ اور ان پڑھ خواہ کتنا بڑا مومن ہو نہیں پڑھ سکتا۔ پس یہ تحریر ایسی ہے جو اس کے افعال سے ظاہر ہے اور صرف مومن کے پڑھنے کی شرط اس لئے ہے کہ کافر تو کفر کو کفر نہیں سمجھتا۔ یہ مومن ہی دیکھ سکتا ہے کہ یہ کفر ہے.......

دجال کا مذہب

دجال کون ہوگا۔ بعض احادیث میں ذکر آتا ہے کہ یہودی اس کا ساتھ دیں گے یا اس کے ساتھ یہودیوں کے لشکر ہوں گے اس سے یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ وہ یہودی ہوگا مگر قرآن شریف میں صراحت سے مذکور ہے کہ اس سے مراد وہ اقوام ہیں جو خدا کا بیٹا بناتی ہیں اس لئے اس کے عیسائی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہودیوں کے اس کا ساتھ دینے سے کیا مراد ہے وہ میں آگے بیان کروں گا یہودیوں کے اس کے ساتھ مل جانے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بھی یہودی ہے۔ یوں اُمت محمدیہ میں سے بھی کچھ لوگوں کے اس کے ساتھ مل جانے اور اس کے دھوکے میں آجانے کا ذکر ہے۔ یتبع الدجال من امتی سبعون الفا (مشکوۃ صفحہ ۴۷۷) بلکہ خود اس کا نام مسیح الدجال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا بتاتا ہے کہ وہ مسیح کا نام لیوا ہے۔ تمیم داری کی حدیث جو اوپر بیان ہوئی وہ بھی اس بارے میں قطعی ہے۔ انطلقو الی ھذا لرجل فی الدبر اس شخص کی طرف جاؤ جو گرجا گھر میں ہے۔ ظاہر ہے کہ گرجا گھر میں کون لوگ جاتے ہیں وہ عیسائی ہی ہیں۔ جس قوم کا نمائندہ گرجا گھر میں دکھایا

گیا ہے وہ عیسائیوں کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ دجّال کی جساسہ لوگوں کو یہی ترغیب دیتی ہے کہ تم بھی گرجا گھر میں جاؤ یعنی عیسائی ہو جاؤ۔ هذا الدبر رئيتموه فاتوه یہ گرجا گھر جو تم دیکھ رہے ہو اس میں جاؤ۔ اس کے خدائی کے دعویٰ سے کیا مراد ہے اس کو میں آگے بیان کرتا ہوں۔

دجّال کا جائے ظہور

یہ عجیب بات ہے کہ ..... دجّال کا مقام رہائش ملک شام سے مغرب کی طرف دکھایا گیا ہے اور اس کے ظہور کا مقام مشرق قرار دیا گیا ہے اور اس بارے میں احادیث میں صراحت سے ذکر موجود ہے لا بل من قبل المشرق ماهومن قبل المشرق ماهو من قبل المشر ق ماهو نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگا۔ وہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگا۔ وہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگا۔ (کنز العمال جلد ۷۔ نمبر ۲۹۸۸) بل هوفي بحرالعراق۔ بل هوفي بحرالعراق۔ بل هوفي بحر العراق بلکہ وہ عراق کے سمندر (خلیج فارس) میں ہوگا۔ بلکہ وہ عراق کے سمندر میں ہوگا۔ (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۹۸۸) اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ کوثی مین ہوگا تفصیلی اختلافات کو چھوڑ کر ایک بات جس پر احادیث کا اتفاق ہے وہ مشرق کی طرف سے اس کا ظہور ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں فخطه النبی صلعم نحوالمشرق ماهو قريب من عشرين مرة (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۹۹۱) آنحضرت ﷺ نے کوئی بیس مرتبہ مشرق کی طرف نشان دیا۔ اور مسلم کی حدیث میں لابل من قبل المشرقی ماهو کے بعد ہے فاو مابيده الى المشرق آپ نے اپنے ہاتھ سے بھی مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ آب مقام غور ہے کہ ایک طرف دجّال کا مسکن مغرب میں ایک جزیرہ بتایا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس کا خروج یا اس کے فتنوں کا ظہور مشرق میں بتایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ دجّال کے غلبہ سے مشرق کو نقصان پہنچے گا۔ اور آج یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یورپ کا فتنہ اپنے ملک میں کچھ نہیں بلکہ وہ اپنے ملک میں اپنی قوم کے ساتھ ہر طرح اچھا سلوک کرتے ہیں ان کا فتنہ یہی ہے کہ وہ مشرق کو اپنی اغراض کے لئے اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ وہ ان کے عقائد باطلہ کو قبول کرے۔ اور ان کا غلام ہو کر رہے اور اس بلند مقام پر کبھی نہ پہنچے کہ ان کی برابری کا دعویٰ کر سکے اور ان کا مال اور دولت ان کے ملکوں سے نکل جائے اور سب یورپ میں پہنچ جائے اور یہی مطلب دجّال کے خروج یا کھول دیا جانے کا ہے۔ موجود تو وہ نبی کریم صلعم کے وقت بھی تھا مگر اس وقت اس کے ہاتھ اور پیر دونوں بندھے ہوئے تھے۔ اور یہی حالت اقوام یورپ کی نظر آتی ہے کہ ایک وقت تک وہ اپنے ممالک میں مقیّد ہیں مگر ایک وقت کے بعد وہ دنیا میں اپنا تسلط اور اقتدار اس حد تک جمالیتی ہیں کہ دنیا کے کل ملک یا ان کے قبضے میں آجاتے ہیں یا ایسے ان کے اقتدار کے نیچے آجاتے ہیں کہ ان کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ یہی مراد اس کے خدائی کے دعویٰ سے ہے کہ اس کا تصرف دنیا کی اقوام پر اس قدر ہو جاتا ہے کہ ہر ایک قوم اس کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس کے زندہ کرنے اور مارنے سے بھی یہی مراد ہے کہ جس قوم کو چاہا ذلیل کر دیا اور جس قوم کو چاہا برباد کر دیا۔

عظیم ترین فتنہ

صحیح مسلم میں ہے مابين خلق ادم الى قيام الساعته امر اكبر من الدجال (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲) ابتدائے آفرینش سے لے کر آخر تک کوئی امر فتنہ دجّال سے بڑھ کر نہیں۔ اسی قسم کے الفاظ اور احادیث میں بھی آئے ہیں يا يها الناس انه لم تكن فتنة على وجه الا رض منذ ذرالله و اُدم اعظم من فتنة الدجال (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۲۸) اے لوگو جب سے اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو پیدا کیا ہے فتنہ دجّال سے بڑھ کر کوئی فتنہ روئے زمین پر نہیں ہوا۔ ماكانت فتنة ولاتكون حتى تقوم الساعة اعظم من فتنة الدجال (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۹۶) یا اس سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ یہ بجائے خود ایک شہادت ہے کہ فتنہ دجّال یہی موجودہ غلبہ یورپ وہ فتنہ صلیب ہے۔ اگر تاریخ عالم کو اٹھا کر دیکھا جائے تو اس کے برابر کوئی فتنہ نظر نہیں آتا گو اس سے پہلے بھی دنیا میں بڑے بڑے فاتح ہوئے مگر کسی کو روئے زمین پر اس قدر عام غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ آج نہ ایشیا کی کوئی بستی یورپ کے تسلط اور اقتدار سے باہر ہے، نہ افریقہ کی نہ خشکی نہ تری، اور اس غلبہ کے ساتھ جس قدر غلامی کی زنجیروں میں ان اقوام نے نسل انسانی کو جکڑا ہے اس کی بھی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ پھر ہر قسم کے گمراہ کرنے کے سامان ان کے ساتھ ہیں۔ کہیں تعلیم کے ذریعہ سے۔ گمراہ کیا جاتا ہے کہیں مذہب کے ذریعہ سے کہیں دنیا کی آرائش کے سامانوں کے ذریعہ سے غرض تاریخ عالم کو تلاش کرنے سے اس فتنہ کی کوئی نظیر نہیں ملتی تو، جس کو واقعات نے دنیا کا عظیم ترین فتنہ ثابت کر دیا وہی فتنہ دجّال ہے۔

☆☆☆

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کی پانچویں سہ ماہی ممبران بورڈ کی میٹنگ کا انعقاد

اور لوگوں کی آمد و شرکت (ایک رپورٹ)

الحمد للہ حسب معمول احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کی پانچویں سہ ماہی میٹنگ کا انعقاد مؤرخہ ۱۰ ستمبر ۲۰۰۰ء کو عمل میں آیا ممبران بورڈ میں سے جن حضرات نے شرکت کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ برادر شوکت اے علی صاحب (ڈائریکٹر) بینگ کوک تھائی لینڈ
۲۔ برادر محمد یوسف تاثیر صاحب (صدر) یاری پورہ کشمیر
۳۔ بہن اصغری بانو صاحبہ (نائب صدر) ممبئی مہاراشٹر
۴۔ برادر بشارت سلیم صاحب (جنرل سکریٹری) بھدرواہ جموں
۵۔ برادر ممتاز عالم صاحب (خزانچی) دلشاد گارڈن دہلی
۶۔ برادر اشفاق حسین صاحب (سکریٹری) کلکتہ ویسٹ بنگال
۷۔ برادر عبد الغفار صاحب (بورڈ ممبر) نیو عثمان پور دہلی
۸۔ برادر عبد الحفیظ صاحب (بورڈ ممبر) بھدرواہ جموں
۹۔ برادر یحیٰ خان صاحب (بورڈ ممبر) اچل کرنجی مہاراشٹر
۱۰۔ برادر شان محمد صاحب (بورڈ ممبر) صاحب گنج جھارکھنڈ

بورڈ میٹنگ میں انجمن کی داخلی ضرورتوں اور مسائل پر غور و خوض کیا اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کیا گیا مزید دیگر پیش آمدہ مسائل پر گفتگو ہوئیں اور قرار دادیں منظور کی گئیں۔

ماشاء اللہ گذشتہ کی طرح اس دفعہ بھی میٹنگ کے موقع پر احباب جماعت کے علاوہ متفقین اور متلاشیان حق کی بکثرت آمد ہوئی اور آمد کا یہ سلسلہ میٹنگ سے تین روز قبل سے ہی جاری ہو گیا تھا اور ۸ ستمبر بروز جمعہ نماز جمعہ میں نمازیوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی تھی۔ اس منظر کے پیش نظر احباب جماعت دہلی نے بعد الصلوٰۃ الجمعہ دفتر کے مرکزی ہال میں جناب شوکت اے علی صاحب مدّظلہ العالی (ڈائریکٹر جنوبی مشرقی ایشا) کی صدارت میں ایک تعارفی، تقریری اور تبلیغی پروگرام کا آغاز ۸ ر ستمبر کو ہی کر دیا گیا تھا اور یہ پروگرام مسلسل تین دن تک چلا۔ ۱۰ ستمبر کی شام کو اختتام پذیر ہوا اس میں سبھی حاضرین نے حصہ لیا۔

۹ ر ستمبر مرکزی ہال میں تقاریر کا پروگرام منعقد ہوا۔ یحیٰ خاں صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے اس نشست کا آغاز ہوا۔ اس پروگرام میں دہلی اور اسکے قرب و جوار کے حضرات نے شرکت فرمائی۔ غازی آباد (یوپی) کے حافظ اور مولوی صاحب نے بھی تقریر فرمائی مولوی موصوف نے غیر احمدی ہوتے ہوئے احمدیت کی خدمت اور اس کی تعلیمات کو بہت عمدگی سے بیان کیا جناب بشارت سلیم صاحب اور جناب عبد الحفیظ صاحب نے حقیقی احمدیت پر مفصل انداز روشنی ڈالی اور احمدیوں کے دونوں فریق کے عقائد میں بنیادی فرق کو واضح کرتے ہوئے لاہوری جماعت کی خوبیاں اور اسکے عقائد کی برتری پیش کی۔ جناب محمد اسلم صاحب نے جو کہ قادیانی جماعت ترک کر کے دوبارہ جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے ہیں ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ ترک قادیانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ ممبئی میں قادیانی مشن ہاؤس میں بطور مہمان قیام پذیر تھے کہ وہاں ایک قادیانی نے دوران گفتگو سنت نبوی کے بارے میں گھٹیا ریمارکس دیا کہا "رسول اللہ کی تو نہ جانے کیا کیا سنتیں ہیں" میں نے کہا کہ آپ جس انداز میں گفتگو کر رہے ہیں اس سے توہین رسول ہوتی ہے وہ پھر بھی اس پر نادم نہیں ہوا۔ اس بات پر وہاں شور و غل بھی ہوا۔ لیکن وہ شخص ہٹ دھرمی اختیار کئے رہا چنانچہ وہیں سے مجھے اس جماعت کی بد عقیدگی کا احساس ہوا اور چند ہی دنوں میں میں دوبارہ جماعت احمدیہ لاہور کا ممبر بن گیا۔ ہمارے ایک دوسرے ممبر ڈاکٹر قسیم الدین صاحب بہاری نے اپنے پرجوش بیان میں صداقت احمدیت بیان فرمائی اور مخالفین احمدیت کے اعتراضات و شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کو قرآن کریم کا مطالعہ اور قرآن فہمی اور اسوہ رسول پر چلنے نیز احمدیت کے پیغام کو عام فہم انداز میں لوگوں تک پہچانے پر زور دیا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے صدر دفتر واقع لاہور سے آئے ہوئے مہمان گرامی جناب فیض الرحمٰن صاحب نے بھی بڑی سرگرمی سے اس پروگرام میں حصہ لیا۔

﴿بقیہ صفحہ ۳ کالم ۲ پر﴾

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحبؒ

علماء و دانشوروں کی نظر میں

ملفوظات خواجہ غلام فرید صاحب

"مجلس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اور اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ منکرین کیا کیا ردو قدح کرتے ہیں اور کس طرح بُرا کہتے ہیں۔ ایک دانشمند حاضر تھا اُس نے مرزا صاحب کی صفت اور ثناء شروع کی۔ حضور خواجہ صاحب نہایت خوش اور مسرور ہوئے۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کا سارا وقت خدائے عزوجل کی عبادت میں گزرتا ہے، یا نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی شغل رکھتے ہیں اور اسلام اور دین کی حمایت میں ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ دین محمدی کی دعوت ملکہ لندن کو بھی کی ہے، اور بادشاہان روس و فرانس وغیرہ کو بھی دعوت اسلام کی ہے۔ اور تمام سعی و کوشش ان کی اسی میں ہے کہ یہ لوگ یعنی عیسائی عقیدہ تثلیث اور صلیب کو جو سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کریں اور علمائے وقت کو دیکھو کہ جھوٹے مذہبوں والوں کو چھوڑ کر صرف ایک اسی نیک مرد کے درپے ہو گئے ہیں جو اہلسنت وجماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے عربی کلام کو دیکھو، جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور ان کا ہر ایک کلام معارف اور حقائق اور ہدایت سے پُر ہے اور وہ عقائد اہلسنت وجماعت اور دین کے ضروری امور سے ہرگز منکر نہیں ہیں۔"

"مرزا صاحب نے اپنے مہدی ہونے کی تائید میں بہت سی علامتیں بیان کی ہیں لیکن ان سب میں سے دو علامتیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں لکھی اور بیان کی ہیں ان کے مہدی ہونے کے دعوے پر اعلیٰ درجہ کی گواہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں سے ظاہر ہوگا جس کا نام کدعہ ہے اور کدعہ دراصل قادیان کا معرب ہے۔ یعنی اس کی عربی صورت ہے۔ دوسری علامت جب کے وہ کہتے ہیں کہ دارقطنی میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہٗ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جو۔ جب سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں کسی مدعی کے لئے ظاہر نہیں ہوئیں یعنی قمر کو ماہ رمضان میں (گرہن کی) پہلی رات کو گرہن لگے گا اور سورج کو رمضان میں (گرہن کے دنوں میں سے) درمیان کے دن گرہن لگے گا۔

چنانچہ جب ۶/ اپریل ۱۸۹۴ء کو خسوف قمر اور کسوف شمس واضح ہوا تو مرزا صاحب نے اتمام حجت کے لئے چاروں طرف دنیا میں یہ اشتہار شائع کیا کہ پیشین گوئی جو حضرت رسول اللہ ﷺ نے مہدی موعود کے ظاہر ہونے کے لئے فرمائی تھی اب پوری ہوگئی ہے اور سب پر واجب ہے کہ میرے مہدی ہونے کا اقرار کریں۔ اس پر اس زمانہ کے مولویوں نے بچوں کی طرح یہ سوال کیا کہ حدیث شریف کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگے گا اور رمضان کے نصف میں سورج گرہن لگے اور چاند گرہن ۱۳/ رمضان کو اور سورج گرہن ۲۸/ رمضان کو واقع ہوا ہے اور یہ خلاف منشائے حدیث ہے۔ وہ خسوف اور کسوف اور ہوگا جو سچے مہدی کے وقت ظاہر ہوگا۔"

"سبحان اللہ مرزا صاحب نے حدیث شریف مذکور کے کیا عمدہ معنی بیان کئے ہیں اور منکر مولویوں کو کیسا اچھا جواب دیا ہے۔ سنو! مرزا صاحب کہتے ہیں، کہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے صدی کی تصدیق وتائید کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے اور وہ دو نشان یہ ہیں کہ مہدی موعود کے دعوے کے وقت میں چاند گرہن اس پہلی رات میں ہوگا جو چاند گرہن کی تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرھویں رات رمضان کی۔ اور سورج گرہن اس دن واضح ہوگا جو سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیسویں تاریخ رمضان کی بعد اس کے حضور نے فرمایا کہ بیشک حدیث شریف کے یہی معنی ہیں جو مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں کیونکہ چاند گرہن ہمیشہ تیرھویں یا چودھویں یا پندرھویں تاریخ کو ہوتا ہے پس جو چاند

CHAUDHVIN SADI (URDU MONTHLY)
L.25-A DILSHAD GARDEN DELHI - 110095 PHONE :- 2296616
VOL - 1, ISSUE 8   OCTOBER 2000

گرہن ۱۶/اپریل ۱۸۹۴ء کو واقع ہوا ہے وہ رمضان کی تیرہویں رات کو یعنی چاند گرہن کی پہلی رات کو واقع ہوا ہے اور ایسا ہی سورج گرہن، درمیان کے دن میں واقع ہوا ہے۔"

"اسی اثنا میں حافظ گموں نے جو حدود گڑھی اختیار خاں کا رہنے والا ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت گندے اور بُرے الفاظ میں ذکر شروع کیا جس سے حضور خواجہ صاحب کے روشن چہرہ متغیر ہوگیا۔ اور اس حافظ پر آپ نے آواز بلند کی اور اسے جھڑکا۔ اُس نے عرض کیا کہ قبلہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی صفتیں اور حالات اور مہدی موعود کے وصف مرزا صاحب میں نہ پائے جائیں تو ہم کیونکر مان لیں کہ وہ عیسیٰ اور مہدی ہے۔" حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ، "مہدی کے وصف پوشیدہ اور پنہاں ہیں۔ اور ایسے نہیں جو لوگوں نے اپنے دلوں میں سمجھ رکھے ہیں۔ اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ یہی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی ہوں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بارہ دجال ہیں پس اسی قدر مہدی بھی ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ عیسیٰ اور مہدی ایک ہی ہیں،" بعد اسکے فرمایا کہ "یہ ضروری نہیں ہے کہ مہدی کی ساری نشانیاں اسی کے مطابق ظاہر ہوں جو لوگوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق اپنے دلوں میں قائم کر رکھی ہیں حافظا! بات تو اس کے خلاف ہے۔ اگر وہی بات ہوتی جو لوگ خیال کرتے ہیں تو ساری خلقت اس کو مہدی جان کر ایمان لے آتی۔ حالانکہ پیغمبروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نبی کی قوم کے چند گروہ ہوتے تھے۔ بعض لوگوں پر اس پیغمبر کا حال ظاہر ہو جاتا پس وہ ایمان لے آتے اور بعض لوگوں پر اس پیغمبر کا حال مشتبہ رہتا۔ اور بعض پر اس کا حال بالکل ظاہر ہی نہ ہوتا۔ پس اس گروہ نے انکار کیا کافر کہلائے۔ اگر ہر پیغمبر کی کل کی کل قوم پر اس پیغمبر کا حال کھل جاتا تو سارے ہی مسلمان ہو جاتے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے واقعات پر نظر ڈالو کہ آپ کے اوصاف اور علامتیں کتب سماوی میں لکھی موجود تھیں اور جب آنحضرت ﷺ ظاہر اور مبعوث ہوئے تو لوگوں نے بعض نشانیوں کو اپنے خیال کے اور سمجھ اور فہم کے مطابق نہ پایا۔ پس وہ لوگ جن پر آنحضرت ﷺ کا حال کھل گیا وہ ایمان لے آئے اور جن پر حال نہ کھلا، اُنہوں نے انکار کیا۔ یہی حال مہدی کا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کونسا امر مانع ہے۔"

"مرزا صاحب کا ذکر مجلس میں ہو رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کے توڑنے کے درپے ہیں اور اس زمانے کے علماء اُن کے مخالف ہوگئے ہیں اور اُن پر کفر کا فتویٰ دیدیا ہے اور ان سے جنگ کر رہے ہیں تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "حق غالب است وطرفِ حق غالب است" یعنی علماء جتنا چاہیں جنگ کر لیں حق ہی غالب ہوگا کیوں کہ حق کا پہلو ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ ایسا ہی جہاں خواجہ صاحب کے پہلے خط کا جو عربی میں آپ نے لکھا تھا ذکر ہے اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مرزا صاحب نیک اور صالح انسان ہیں اور انہوں نے اپنے الہامات کی ایک کتاب میرے پاس بھیجی ہے جس سے ان کی فضیلت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے اس فقرہ میں خواجہ صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہامات کا منجانب اللہ ہونا صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اسی کتاب میں لکھا ہو کہ جب آپ کی اس تصدیق پر بعض علمائے ظاہری نے مرزا صاحب کو بُرا کہنا شروع کیا اور آپ کے حق پر ہونے کا انکار کیا تو آپ نے فرمایا "نہیں نہیں وہ (مرزا صاحب) مردِ صادق ہیں مفتری اور کاذب نہیں۔"

(ترجمہ اشاراتِ فریدی فارسی مرتبہ ابن خواجہ غلام فرید صاحب۔ صفحہ ۶۹ تا ۷۲)

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی حق پر ہیں اور اپنے معاملہ میں سچے اور صادق ہیں، اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غرق رہتے ہیں اور اسلام کی ترقی اور امر دین کو بلند کرنے میں جان سے کوشش کرتے ہیں کوئی بات میں اُن میں بُری اور قبیح نہیں دیکھتا۔ اگر مہدی اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ بھی ان باتوں میں سے ہے جو جائز ہے۔"

(ترجمہ اشارات فریدی حصّہ سوم ص ۱۷۹)

جناب سیّد ابوالحسن علی ندوی جیسے مخالف کو بھی یہ اعتراف ہے کہ

"مرزا صاحب نے اپنی جوانی میں مجاہدات اور چلّہ کشی بھی کی اور مسلسل روزے بھی رکھے۔ انہوں نے ایک طویل چلہ کیا، جس میں برابر چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اُنہوں نے ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور میں ایک چلّہ کھینچا۔" (قادیانیت ص ۲۶)

علامہ محمد شلتوت شیخ الازہر، قاہرہ

"الاستاد شلتوت نے پرزور طریق پر بڑے جذبے سے کہا کہ احمدی ہمارے مسلمان بھائی وہ اسی کلمہ طیّبہ پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں جس پر ہمارا اعتقاد و ایمان ہے۔ (ایسٹ افریقن ٹائمز یکم ستمبر ۱۹۶۳ء)

☆☆☆

Printer, Publisher, Mumtaz Alam Printed at Harsha Process & Printers H-12, Mansrover Park Shahdra Delhi
Punblished From L/25A, Dilshad Garden Delhi-110095, Editor Mumtaz Alam Code : 011 Tel:- 2296616